(غلام گردش)

سٹیفن ہاکنگ اگر پاکستان میں پیدا ہوتا؟

سٹیفن ہاکنگ سائنس کی دنیا کا وہ شہسوار تھا جو وہیل چیئر پر بیٹھ کر کائنات پر غور کرتا رہا۔ مکمل طور پر معذور انسان جو عین شباب میں ایک مہلک بیماری کا شکار ہو گیا۔ جسے A.L.S amyotrophic lateral sclerosis کہا جاتا ہے۔ اس جسمانی عذاب میں مبتلا انسان آہستہ آہستہ تمام پٹھوں کو حرکت دینے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ ایک طرح کے بتدریج فالج میں مبتلا شخص چند سالوں میں معذور ہو جاتا ہے اور اکثریت چند برسوں میں ملک عدم روانہ ہو جاتی ہے۔ سب سے مشکل بات یہ ہے کہ بیماری کا آخری ہدف انسانی دماغ ہوتا ہے۔ یعنی انسان ذہنی طور پر آخری وقت تک زندہ رہتا ہے۔ ہاکنگ اس مہلک عذاب میں پچاس سال تک زندہ رہا۔ سانس لیتا رہا۔ مگر ذہن اور سوچ، اس کمال بلندی پر فائز رہی جسکا تصور کرنا کم از کم ہمارے جیسے ممالک میں محال ہے۔

سٹیفن نے کاسمولجی کی نئی جہتیں دریافت کیں۔ وقت اور بلیک ہولز پر اسکی تھیوری انتہائی انقلابی تھی۔ اسکی شہرہ آفاق کتاب تاریخِ وقت (A brief history of Time) 237 ہفتوں تک دنیا کی سب سے زیادہ بکنے والی کتاب تھی۔ اسی طرح The Universe in a nutshell بھی ہاکنگ کی عظیم تصنیف تھی۔ کوشش کے باوجود میں اس کتاب کے ٹائٹل کا اردو ترجمہ نہیں کر سکا۔ nutshell کا کیا ترجمہ کروں، سمجھ نہیں پایا۔ سٹیفن ہاکنگ ہمارے وقت کا عظیم ترین سوچنے والا دماغ تھا۔ اسکا مرنا واقعی سائنس کی دنیا کیلئے ایک دھچکا ہے۔ ہمارے جیسے ممالک میں سائنس کی کوئی عملی حیثیت نہیں، اسلیے بدقسمتی سے یہاں ہاکنگ کے متعلق بہت زیادہ بات کرنا عجیب سا ہے۔ مانیے یا نہ مانیے۔ ہمارا جدید سائنس کی بلندی سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ کوئی دلیل نہیں دینا چاہتا۔ مگر ہاکنگ کی انگریزی میں تاریخِ وقت کتنے لوگوں نے پڑھی ہے۔ گمان ہے شائد بائیس کروڑ میں سے چند سو بندوں نے۔ چلیے تھوڑی سی خوش گمانی سے کام لیجئے۔ تو شائد چند ہزار۔ مگر لاکھوں میں تو یہ مشکل کتاب قطعاً نہیں پڑھی گئی۔ خود میں نے، کتاب، صرف ایک سال قبل پڑھی تھی۔ یہ سنجیدہ تحریر ہمارے جیسے غیر سنجیدہ ہجوم کیلئے لکھی ہی نہیں گئی۔

غور کیجئے، کہ سٹیفن ہاکنگ کے علمی عروج میں کس عنصر نے اسکی سب سے زیادہ مدد کی۔ کس نے عملی طور پر مرتے دم تک اسے سہارا دیے رکھا اور ہر طریقہ سے سرخرو کیا۔ اس جہت پر کم از کم ہمارے ملک میں کسی لکھاری نے بھی لکھنا روا نہیں سمجھا۔ جواب بڑا سادہ سا ہے۔ برطانیہ کے نظام نے سٹیفن ہاکنگ کو ہر وہ سہولت مہیا کی، جسکی اسے ضرورت تھی۔ ہر وہ راحت دی، جسکا حقدار تھا۔ اس سے بھی اہم بات یہ کہ اس عظیم سائنسدان کو کوئی حکومتی خصوصی مراعات مہیا نہیں کی گئیں۔ وہی سہولتیں دی گئیں جو اس بیماری میں مبتلا کسی بھی برطانوی شہری کو مہیا کی جاتی ہے۔ برطانوی نظام نے اس جیسے معذور سائنسدان کو آخری دم تک زندہ رکھا۔ بول نہیں سکتا تھا۔ اسے ایسا جدید آلہ فراہم کیا گیا جو گال سے تاثرات درج کر کے آواز میں تبدیل کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ یہ سہولت ان تمام برطانوی مریضوں کو مہیا ہے جنہیں یہ موزی مرض لاحق ہے۔ ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ بطور طالبعلم عرض کر سکوں کہ ہمارا مروجہ نظام کس قدر ادنیٰ ہے۔ ہمارے ہاں، اس طرح کے مریضوں کے لیے حکومتی یا غیر حکومتی ادارے

کیا سہولت مہیا کرتے ہیں؟ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں میرا رول نمبر 107 تھا۔ 106 رول نمبر اشرف کا تھا۔ اشرف بورڈ میں پہلی یا دوسری پوزیشن لیکر میڈیکل کالج میں داخل ہوا تھا۔ پہلے سال تو بالکل صحت مند تھا۔ مگر دوسرے برس یعنی 1979 میں اسی اعصابی بیماری نے گھیر لیا۔ اشرف فسٹ پروفیشنل کے امتحان تک اپاہج ہو چکا تھا۔ امتحان پاس کرنے کے چند ماہ بعد فوت ہو گیا۔ درست ہے کہ موت کا ایک دن متعین ہے۔ مگر کیا ہم اپنی صحت برقرار رکھنے کیلئے دوائی نہیں کھاتے۔ صحت مند رہنے کیلئے ہر جتن نہیں کرتے۔ اشرف بیس سال کی عمر میں دنیا سے چلا گیا۔ بہترین میڈیکل کالج بھی کوئی ایسی سہولت فراہم نہ کر سکا، جسکی بدولت چند سال مزید زندہ رہ سکتا۔ کوئی ادارہ بھی ایسا نہیں تھا جو اشرف کو بیماری کی مسلسل شدت سے تھوڑی دیر کیلئے بھی محفوظ رکھ سکتا۔ درست ہے، کہ اشرف کی زندگی اتنی ہی تھی۔ مگر کیا یہ مشکل سوال نہیں کہ اگر برطانیہ یا امریکہ میں ہوتا تو شائد مزید زندہ رہ سکتا۔ اس سچے واقعہ سے متضاد ایک اور واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ہماری ہی کلاس میں پانچویں برس، ایک اور طالبعلم کو موٹر نیورون والی ظالم بیماری نے پکڑ لیا۔ شروع شروع میں چلنے کیلئے ایک چھڑی استعمال کرنی شروع کر دی۔ تھوڑے دنوں کے بعد معذوری نے گھیر لیا تو بیساکھیوں پر آ گیا۔ نام نہیں لکھنا چاہتا کیونکہ اجازت نہیں لی۔ ڈاکٹر بننے کے بعد پوسٹ گریجویشن کیلئے لندن چلا گیا۔ وہاں سائیکٹری کی تعلیم حاصل کرنے لگا۔ جب برطانیہ میں اسکے ہسپتال والوں کو اسکی بیماری کا معلوم ہوا تو ہر چیز تبدیل ہو گئی۔ وہ معذور ہو چکا تھا۔ لہذا اسکے لیے حکومت کی طرف سے چوبیس گھنٹے ایک نرس مہیا کی گئی جو اسکی مدد کر سکے۔ وقت پر دوائی کھلا سکے۔ اسے خودکار وہیل چیئر مہیا کی گئی تا کہ بیساکھیوں سے نجات مل سکے۔ شروع شروع میں پاکستان آتا رہا۔ برطانوی حکومت نے اسے مقامی شہریت دے ڈالی۔ اسکی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ جس بیماری میں مبتلا تھا، پاکستان میں کوئی علاج نہیں۔ 1987 کی بات کر رہا ہوں۔ وہ شخص آج تک زندہ ہے اور لندن میں بطور ڈاکٹر لوگوں کا علاج کر رہا ہے۔ پہلے کبھی کبھی پاکستان آتا تھا۔ مگر دس بارہ سال سے کبھی نہیں آیا۔ برطانوی نظام نے اسے طویل عمری کیلئے ہر جائز سہولت مہیا کی۔ مگر ایک اور تکلیف دہ سچ اور بھی ہے۔ جب چند عزیز و اقارب کو پتہ چلا کہ وہ مکمل طور پر معذور ہو چکا ہے اور پاکستان نہیں آ سکتا۔ تو انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے شادمان کے آبائی گھر اور تمام جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ معذور ڈاکٹر آج تک اپنی جائز جائیداد سے محروم ہے۔ نظام کا تقابلی جائزہ کر رہا ہوں۔ سچی بات لکھ رہا ہوں۔ برطانوی نظام اور اپنے جعلی نظام کو سچ کا آئینہ دکھا رہا ہوں۔ تکلیف ہوتی ہے۔ اتنا فرق ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا نظام پر مزید گفتگو ختم کرتا ہوں۔

دوسرا اہم عنصر، جس نے سٹیفن ہاکنگ کو سہارا دیا۔ اسکی ذہنی نشوونما کی۔ وہ تعلیمی درسگاہیں تھیں۔ سائنسدان کی پوری عمر آکسفورڈ اور کیمرج کے اردگرد گزری۔ ان یونیورسٹیوں نے اسے طالبعلم کے طور پر پڑھایا بھی۔ بعدازاں، سائنس کے شعبہ میں ان درسگاہوں میں پڑھاتا بھی رہا۔ ان عظیم تعلیمی درسگاہوں نے اسکے تجسس، ذہن اور فکر کو بڑھاوا دیا۔ اسے پالش کیا۔ انہی کی بدولت کائنات کے ان رازوں کو دریافت کرنے میں مصروف ہو گیا، جو آئن سٹائن نے بھی نہیں سوچے تھے۔ اور تو اور، 76 برس کی عمر میں سٹیفن کا انتقال بھی کیمرج میں ہوا۔ دیکھا جائے تو انہی یونیورسٹیوں کے طفیل ایک علمی جن بننے میں کامیاب ہوا۔ دوسرے نکتے پر عرض کرونگا۔ کہ پاکستانی معاشرے میں، ذہین ترین لوگوں کیلئے کس درجہ کی تعلیمی درسگاہیں ہیں؟ سوچیے، کہ ہمارے پاس، کیمرج اور آکسفورڈ جیسی

یونیورسٹیاں کیوں نہیں ہیں۔ جواب سادہ سا ہے۔ مغربی تعلیم گاہوں میں علم کی بنیاد سوال، تجسس اور قدیم حکایات کی نفی پر ہے۔ وہاں سوال پوچھنے پر کوئی پابندی نہیں۔ مگر ہمارے ہاں ذہن کو مقید کر دیا گیا ہے۔ ہم میں سے جرات نہیں کر سکتا کہ کسی بھی اہم موضوع پر روایات سے ہٹ کر مشکل سوال اُٹھائے۔ ہمیں آہستہ آہستہ "دولے شاہ کے چوہے" بنا دیا گیا ہے۔ ہمارا ملک کیا، پورے عالم اسلام میں ایک بھی یونیورسٹی نہیں جو مغرب کی اچھی درسگاہوں کے پائے کی ہوں۔ آکسفورڈ، کیمرج اور ہارورڈ کا ذکر چھوڑ دیجئے۔ مغرب کے اوسط درجے کے تعلیمی ادارے، ہمارے بہترین یونیورسٹیوں سے بدرجہ بہتر ہیں۔ آپ قیامت تو دیکھیے۔ ہمارے پی ایچ ڈی کرنے والے لوگ، سالہا سال بعد، اس بنیاد پر پکڑے جاتے ہیں کہ انہوں نے اپنا مقالہ کسی اور تحریر سے نقل کیا ہے، چوری کیا ہے۔ ہماری یونیورسٹیوں کے کئی ڈین یعنی شعبوں کے انچارج، تیس سال کے بعد بھی مقالہ نقل کرنے کے الزامات کی زد میں آتے ہیں برطرف کیے جاتے ہیں۔ جہاں علمی قذاقی کا دور دورہ ہو، وہاں سوال اُٹھانے کی اجازت کون دیگا۔ کیوں دیگا۔ ہاں، سوال کرنے کی جرات کون کریگا۔ مغرب میں لوگ ہم سے زیادہ ذہین بالکل نہیں ہیں۔ مگر وہاں کے تعلیمی ادارے اتنے مستحکم اور اعلیٰ ہیں کہ انہیں لازوال علمی جِلا بخشتے ہیں۔ علم کی ترویج کرتے ہیں۔ ہم لوگ محض روایات اور حکایات سننے اور سنانے کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمارے تعلیمی اداروں کی حالت پر بات کرنا عبث ہے۔

سٹیفن ہاکنگ اتنی بلند سطح پر دماغ اور سائنسی سوچ کی بدولت آیا مگر خداداد صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے والا برطانیہ کا وہ نظام تھا۔ جس نے ذہنی طور پر استقامت دی۔ آکسفورڈ اور کیمرج نے اسے علمی ماحول دیا کہ ہر سوال کر سکتا تھا۔ کسی نے کائنات کے راز کھولنے پر منع نہیں کیا۔ دل شکنی نہیں کی۔ بلکہ ہر سطح پر حوصلہ افزائی کی گئی۔ نظام نے ناقص جسمانی حالت کو اسکے ذرخیز ذہن پر قابض ہونے کی اجازت نہیں دی۔ سوال کرتا ہوں، کہ اگر ہاکنگ پاکستان میں پیدا ہو جاتا، تو اسکے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا۔ پہلی بات تو یہ کہ کیا وہ اپنی بیماری کو پچاس برس تک شکست دیے رکھتا۔ قطعاً نہیں۔ بالکل نہیں۔ جیسے ہی بیمار ہوتا، تو محض دو تین برس میں ادنیٰ علاج اور غیر موجود سماجی حکومتی نظام کی بدولت مر جاتا۔ اگر امیر طبقے سے ہوتا تو شائد ایک آدھا برس مزید سانس لے سکتا۔ ہاں، اگر غریب خاندان میں پیدا ہوتا، تو زیادہ سے زیادہ کسی چوک میں وہیل چیئر پر بیٹھا بھیک مانگ رہا ہوتا۔ کوئی فرد پہیوں والی کرسی گھسیٹتا اور گاڑیوں کے شیشوں پر دستک دیکر آپکی ہمدردی حاصل کر رہا ہوتا۔ آپ سے چند روپے کی خیرات مانگتا۔ شائد مقامی سٹیفن ہاکنگ کے سینے پر ایک کاغذی تحریر موجود ہوتی، جس پر درج ہوتا کہ میں مکمل طور پر اپاہج ہوں، پیسے نہیں ہیں۔ میری مدد کیجئے۔ ہم اتنے بے رحم اور غیر سنجیدہ لوگ ہیں کہ کسی بھی سطح پر سٹیفن ہاکنگ جیسے عظیم دماغ پیدا نہیں کر سکتے۔ ہم تو عام سے مریض کو غفلت کی بدولت مار ڈالتے ہیں۔ مہلک ترین بیماری میں مبتلا شخص کے خیالات کو کیا بڑھاوا دینگے!

راؤ منظر حیات